تحقیقات
العلماء الکرام والائمۃ الاعلام
فی نبوۃ سید الانام علیہ الصلاۃ والسلام
فی عالمی الارواح والاجسام
مصنف
اشرف العلماء شیخ الحدیث
علامہ محمد اشرف سیالوی زید مجدہ العالی
جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام، یونیورسٹی روڈ سرگودھا

اضافہ شدہ اشاعتِ ثانی

تحقیقات

العلماء الکرام والائمة الاعلام
فی مسئلة نبوة سید الانام علیه الصلاة
والسلام فی عالمی الارواح والاجسام

اشرف العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر
ابو الحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی زید مجدہ

ناشر
جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام سرگودہا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	تحقیقات العلماء الکرام والائمۃ الاعلام فی مسئلۃ نبوۃ سید الانام علیہ الصلاۃ والسلام فی عالمی الارواح والاجسام
مصنف	اشرف العلماء شیخ الحدیث والتفسیر ابو الحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی زید مجدہ العالی
ضخامت	۲۰۸ صفحات
قیمت	
ناشر	جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام سرگودہا
تاریخ اشاعت (باردوم)	نومبر 2010ء/ذی الحج ۱۴۳۱ھ

ملنے کے پتے

جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام، کالج روڈ سرگودہا، 0483-724695

جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ 0544-633881

فہرست مضامین

حضور سیدنا غوث اعظم علیہ الرحمہ کا نظریہ:

جبریل علیہ السلام 27 رجب کو پیغمبری لے کر آئے۔ (غنیۃ الطالبین)

حضور پیر سیال کے استاذ شارح بخاری، حافظ عمر دراز علیہ الرحمہ کا نظریہ:

''حضور ﷺ کی نبوت کی مدت 23 سال تھی اور حضور کا فرمان خشیت علی نفسی بار نبوت کی وجہ سے تھا کہ میں نبوت کی ذمہ داری کیسے اٹھاؤں گا'' (منح الباری ص:9)

حضور پیر سیال خواجہ شمس العارفین علیہ الرحمہ کا نظریہ:

''پہلی وحی کے بعد ورقہ بن نوفل نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا تمہیں خوشخبری ہو کہ حضور ﷺ اس امت کے نبی ہیں اور یہ آپ کی نبوت کا آغاز ہے''

(مرآۃ العاشقین فارسی، ص:20، اردو، ص:29)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا ارشاد:

جب سورۂ اقرء نازل ہوئی تو آپ ﷺ کو فضیلت رسالت حاصل ہوئی تو قریب تھا کہ کلام الٰہی کی ہیبت سے روح اقدس پرواز کر جائے، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے چادر اڑھاؤ!، جب چادر اوڑھائی گئی تو آپ کا اضطراب کم ہوا'' (مطلع القمرین ص:123)

حضور پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کا ارشاد:

چوں رسید ﷺ بچہل سال و یک روز خدائے تعالی بروے نبوت نازل فرمود۔ جبرئیل علیہ السلام در غار حراء بروے فرستاد (تحقیق الحق، ص:133)

''جب حضور ﷺ کی عمر 40 سال اور ایک دن کو پہنچی تو اللہ نے آپ پر نبوت نازل فرمائی اور غار حراء میں جبریل امین کو آپ کی خدمت میں بھیجا آپ کی نبوت کا آغاز 8 ربیع الاول کو ہوا''

کو بھی شرک قرار دیا ہو، وہ تو یہ سب کچھ کرنے کے بعد قابل احترام بھی رہے، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے اس کی خدمات کا اعتراف بھی کیا جائے، اور اسے غوث اعظم کا سچا وارث سمجھا جائے اور دوسری طرف جس کی ساری زندگی نجدی عقائد کی تردید اور مسلک حق کی ترویج میں بسر ہوئی ہو، جس نے جھنگ شہر جیسے مرکز نجدیت میں، سپاہ صحابہ جیسی گھناؤنی جماعت کے لیڈر کے چھکے چھڑا کر اہل سنت کا دفاع کیا ہو، جس کی ساری زندگی اعلی حضرت علیہ الرحمہ اور دیگر اکابر کا دفاع کرتے ہوئے گزری ہو، وہ اس لائق بھی نہیں کہ اس سے پوچھ ہی لیا جائے کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ آپ کا صحیح موقف کیا ہے؟ اور پھر اتنی تکلیف بھی گوارا کر لی جائے کہ اس سے پوچھنے کے بعد اکابر اہل سنت (بشمول مفسرین، شراح حدیث، صوفیائے امت، صلحائے ملت) کی کتابیں ہی دیکھ لی جائیں کہ آخر ہمارے یہ مقتدا اور پیشوا ہمیں کیا رستہ دکھا کر گئے ہیں۔

راقم ایک دفعہ لاہور میں مکتبہ نبویہ پر حاضر ہوا، علامہ اقبال احمد فاروقی زید مجدہ جلوہ فرما تھے، کسی بات پر اشرف العلماء کا ذکر چلا تو یوں گل فشاں ہوئے:

''یہ وہی مولانا اشرف صاحب ہیں جو غوث اعظم کے گستاخ ہیں''

راقم ان کے اور اپنے درمیان عمر کے تفاوت عظیم کی وجہ سے خاموش رہا، ورنہ جی چاہا کہ دامن پکڑ کے پوچھوں کہ حضور! جس غریب نے صرف اتنا کہا کہ ''قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ'' کے عموم میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان اور خود حضور غوث اعظم علیہ الرحمہ کے اکابر مشائخ داخل نہیں وہ تو آپ کی نظروں میں گستاخ ہے (اگرچہ اس نظریہ پر درجنوں اکابر کی تصریحات موجود ہیں) لیکن جو انہیں بھی اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے کرام علیہم الرضوان کو ایک مجرم، بے بس اور کمزور ترین شخص سے تشبیہ دے رہا ہے وہ لائق صد تکریم و تعظیم ہے۔ ایسے مواقع پر انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اکابر اہل سنت کا موقف:

حضرت اشرف العلماء کے خیال میں اس مسئلہ کے بارے میں اکابر اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ:

"عالم ارواح اور عالم اجسام کے احکام جدا جدا ہوتے ہیں، روح مجرد عن البدن اور روح مع البدن کے احکام، تقاضوں اور معاملات میں زمین وآسمان سے بھی زیادہ فرق ہے، اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کو بقول عرفائے امت عالم ارواح میں بایں معنی نبوت ورسالت سے نوازا کہ آپ کی روح اقدس، ارواح انبیاء اور ملائکہ کی معلم ومربی ٹھہری۔ لیکن عالم اجسام میں بشمول سید عالم ﷺ کسی نبی کو بھی چالیس سال سے پہلے مقام نبوت پر فائز نہیں کیا گیا، یہی اللہ تعالی کی سنت جاریہ رہی، اور ارواح کے مادی اجسام میں آجانے کے بعد بشری اجسام کا تقاضا بھی یہی تھا کہ یہ بارِ عظیم ان پر اسی وقت ڈالا جائے جب وہ جسمانی، روحانی اور ذہنی طور پر اس کے لیے مکمل طور پر تیار ہو چکے ہوں، سید عالم ﷺ کا شق صدر، پہلے سچی خوابوں کا آنا اور اس طرح کے امور اسی استعداد اور صلاحیت کو اتمام تک پہنچانے کے لیے تھے"

حضرت اشرف العلماء نے پیش نظر کتاب میں اس دعوی پر قرآن وسنت، ارشادات علمائے کلام، تصریحات علمائے ظاہر، اور فرامین صوفیاء وصلحاء کی روشنی میں بھرپور گفتگو کی ہے۔

یہاں ہم چند غلط فہمیوں کا ازالہ ضروری سمجھتے ہیں:

(۱) بعض مہربانوں نے یہ سمجھ لیا کہ چالیس سال سے قبل اعطائے نبوت ثابت نہ کرنا سرکار دو عالم ﷺ کی توہین ہے حالاں کہ اگر وہ نظر انصاف سے اشرف العلماء کی تحریر پڑھیں گے اور ٹھنڈے دل ودماغ سے اس پر غور فرمائیں گے تو حقیقت کو اس کے برعکس پائیں گے۔ چالیس سال سے قبل نبوت عطا نہ فرمائے جانے کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ سید عالم ﷺ اس عرصہ میں ایک عام عرب شخص کی طرح زندگی گزارتے رہے، بلکہ عصمت الہی، عفت وپاک

دامنی، راست گفتاری و درست گوئی اور اس جیسے اوصافِ عالیہ سے اللہ تعالی نے آپ کو آراستہ فرمایا، اور یہی اوصاف ایک مومن کامل کے لیے مقام ولایت تک پہنچنے کے اسباب بنتے ہیں، گویا آپ کی قبل از نبوت کی زندگی ایک کامل ترین انسان اور عارف حق کی زندگی تھی اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے قبل از نبوت کی حیاتِ طیبہ کو بطور دلیل پیش فرمایا۔

(۲) دوسری طرف ہمارے مہربانوں کی نظر شاید اس طرف نہیں گئی کہ پیدائشی طور پر نبوت تسلیم کرنا (قرآن وسنت کی تصریحات اور اکابر کی سینکڑوں وضاحتوں کے تو خلاف ہے ہی) کتنے ہی ایسے لاینحل مسائل پیدا کردے گا جن کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں۔ تفصیل انشاء اللہ کتاب میں اپنے مقام پر آپ ملاحظہ کریں گے۔

(۳) آخر میں اہل علم سے صرف اتنی گزارش ہے کہ اس تحریر کو ٹھنڈے دل و دماغ سے پوری توجہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔ اور اس کو خلاف حق سمجھیں تو علمی انداز میں خامیوں کی نشان دہی فرمائیں۔ حضرت اشرف العلماء نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا، اکابر کی ترجمانی کی ہے۔ اگر ان کی تحقیق اہل علم کی نظر میں اصلاح طلب ہے تو ضرور اصلاح فرمائیں ہم انشاء اللہ شخصیت کی پیروی کی بجائے حق کی پیروی کریں گے یہی ہمارے اساتذۂ کرام کی ہمیں تربیت ہے، ہماری یہی دعا ہے:

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ آمین

وصلی اللہ تعالی علی حبیبہ سیدنا محمد اشرف الخلق اجمعین

ناکارۂ خلائق

محمد سہیل احمد سیالوی

یکے از تلامذۂ اشرف العلماء

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ/۱۱ اپریل 2010ء

نیز جب ایک ایسا مسئلہ ان حضرات کے سامنے پیش آیا تھا جو ان کے گمان کے مطابق مبنی بر ضلال تھا تو اس کے متعلق تحقیق و تفتیش کر لی جاتی، اسلاف کی کتب کا مطالعہ کر لیا جاتا، کتبِ تفاسیر، کتب احادیث اور کتب کلامیہ اور سیرت کی کتابیں دیکھ لی جاتیں تا کہ حق واضح ہو جاتا اور معلوم ہو جاتا کہ کون سا عقیدہ درست ہے اور کون سا غلط؟ اور یہ کہ اس حوالے سے اکابر اہل اسلام کی آراء کیا ہیں؟

مگر ؎ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

افسوس صد افسوس! کہ قطعاً اس قسم کی کوئی سعی مشکور نہ دیکھنے میں آئی اور نہ سننے میں، اتنا بھی نہ سوچا گیا کہ محمد اشرف سیالوی حسب سابق وہابیہ اور گستاخ فرقوں کا رد کر رہا ہے اور ان کے ساتھ اُسی طرح محاذ آرا ہے تو پھر اعتقاد و نظریہ میں تبدیلی کا سبب و موجب کیا ہوا؟ جبکہ نہ کسی سے دنیوی مفاد اٹھایا اور نہ ہی اُن دشمنوں کی دشمنی اور مخالفت سے خلاصی اور چھٹکارا حاصل کیا، اتنا گھاٹے اور خسارے والا سودا کون کر سکتا ہے؟

کم از کم اتنا ہی سوچ لیا جاتا کہ اشرف سیالوی اُن کی طرح شیخ الحدیث اور شیخ التفسیر نہ سہی، فقیہ اعظم اور بحر العلوم نہ سہی، علماءِ اسلام میں اس کا شمار نہ سہی، کم از کم ایک محنتی طالب علم تو تھا بھی اور اب بھی ہے، مطالعہ کی عادت اس نے ابھی تک ترک نہیں کی اور نہ ہی کسی سطح کے استاذ نے اسے کند ذہنی اور بلادت یا عدم مطالعہ کے ساتھ مطعون و متہم ٹھہرایا اور نہ ایسا ہوا کہ اس کی باتوں کو نا قابل التفات سمجھا ہو حالاں کہ بڑے اکابر، عظیم ترین محدثین و مفسرین، شیوخ الحدیث، شیوخ التفسیر اور مناطقہ و فلاسفہ کے پاس استفادہ و استفاضہ اور تلمذ کا شرف حاصل کیا ہوا ہے۔

پھر یہ کہ قرآن مجید ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کے حق میں حسن ظن سے کام لینے کا حکم دیتا ہے:

لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا (النور: ١٢)

یہ بھی نہ سوچا گیا کہ ہم فوراً اور آناً فاناً بدظنی اور بدگمانی کا شکار ہو کر گناہ گار تو نہیں ہو رہے؟

نبی کریم ﷺ نے ہر سنی سنائی بات کو تحقیق کے بغیر بیان کرنے اور حکایت و روایت کرنے سے روکا ہے اور ایسے لوگوں کو کاذب اور جھوٹا قرار دیا ہے، ارشادِ نبوی ہے:

کفی بالمرء کذباً ان یروی بکل ما سمع

تو کہیں ہم خود جھوٹے لغتتی اور کاذب تو نہیں بن رہے ہیں؟

الحاصل بندہ کا موجودہ جملہ مدعیان علم و فضل اور مقررین و واعظین (الا ماشاء اللہ) کے بارے میں یہ تاثر پختہ ہو گیا ہے کہ یہ حضرات علم و دانش اور مطالعہ و کتب بینی کے دشمن ہیں، کسی ہم مسلک اور ہم مذہب عالم کے ساتھ نہ ان کو ہمدردی ہے اور نہ محبت و الفت؟ یہ لوگ نہ کسی کے حق میں اخلاص اور حسن ظن سے کام لینے کو تیار ہیں اور نہ کسی اپنے کو اپنا سمجھ کر راضی ہیں، بلکہ بغض و حسد، عناد اور کینہ پروری کا مجسمہ ہیں۔ کسی گرے کو سنبھالنے کی بجائے اسے مزید نیچے دھکیلنے کے در پے ہیں، اگر لوگ کسی کو عزت و توقیر کی نظر سے دیکھیں تو یہ حضرات گھما گھما دشمن کی طرح اس پر حملہ آور ہونے کے لیے صرف موقع کی تلاش میں ہی نہیں رہیں گے بلکہ اس کار خیر کے لیے گھناؤنی اور بھیانک تدبیریں بھی خوب خوب سوچیں گے۔ اور یہ قطعاً نہیں سوچیں گے کہ اپنے بغض و عناد کی آگ بجھانے کے لیے ہم اپنے دین و مذہب کے خرمن کو بھی کس قدر نذر آتش کر رہے ہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جواب طلب سوال:

میرا اہل سنت کے اہل علم سے یہ سوال ہے کہ ہمیں بتلایا جائے اس وقت کون اہل

سنت کا امام و مقتدا اور رہبر و رہنما ہے تاکہ ہم جیسے طالب علم اس سے اجازت لے کر کوئی بات زبان پر لائیں یا کوئی جملہ نذرِ قرطاس کریں؟ کوئی بھی آدمی علمی کام کرنے لگے تو اس کے لیے دوہرا امتحان ہوتا ہے، مخالفین مذہب کا رفاع اور ان پر رد و قدح بھی کرے اور اپنے لوگوں کی طعن و تشنیع اور اعتراضات و تنقید کا ہدف بھی بنے۔ ظاہر ہے ایسی حرکتیں اپنے ہاتھوں اپنے مذہب و مسلک کو تباہ کرنے کی دانستہ نہیں تو نادانستہ جدوجہد اور سعی نامشکور ضرور ہے۔

نہ عالمی سطح پر ہماری کوئی حیثیت ہے نہ ہی اپنے ملک میں کوئی اہم مقام حاصل ہے اور اکابرین میں سے جو بھی عالم جاودانی کو رخصت ہوتا ہے اس کی مسند خالی ہی رہتی ہے اس خسارے اور نقصان کی تلافی کا بھی قطعاً کوئی خیال نہیں صرف اور صرف ایک فریضہ اپنے اوپر لاگو کر رکھا ہے کہ آپس میں لڑو اور لڑاؤ دوسروں کو بھی بے عزت کرو اور خود بھی بے عزت بنو، نعوذ باللہ من ھذا الخذلان والخسران۔

گناہ بے گناہی:

بندہ کا اس مسئلہ میں قصور اور گناہ کیا ہے اور مجھے ہدفِ تنقید بنانے کا موجب کیا ہے؟

میں نے اپنے ناقص مطالعہ کے مطابق اکابرینِ ملت اور اسلافِ کرام کے باہم متخالف اور متناقض اقوال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے صرف درمیانی راستہ نکالنے کی سعی اور جدوجہد کی ہے۔ بعض عرفائے کرام کا ارشاد یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ بالفعل نبی تھے کیوں کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد جب کہ علمائے ظاہر فرماتے ہیں کہ بالفعل نبی ہو اور نبوت کا دعویٰ نہ کرے، نہ ہی تبلیغ احکام فرمائے یہ خلافِ عقل ہے اور ایسا قول سراسر جہالت ہے اور اُن کے نزدیک اس حدیث اور اس کی ہم معنی احادیث کا مطلب یہ تھا کہ مستقبل میں آپ کے نبی بنائے جانے کا فیصلہ کر دیا گیا تھا اور اس کی اشاعت و تشہیر کر دی گئی تھی۔

بندہ نے دونوں طرح کے اقوال کو برحق تسلیم کرتے ہوئے درمیانہ راستہ یہ اختیار کر لیا

کہ دونوں عالم کے معاملات اور احکام جداگانہ ہیں، عالم ارواح میں آپ بالفعل نبی تھے، ارواحِ انبیاء اور ملائکہ آپ سے استفادہ اور استفاضہ کرتے تھے اور جب آپ کی روح اقدس کو لباس بشری پہنایا گیا اور مادی وجسمانی مخلوق کے لیے نبی بنایا گیا تو بالفعل نبوت چالیس سال کے بعد سونپی گئی کیوں کہ جسمانیت اور بشریت فی الحملہ ستر اور پردہ بن گئے اور حاجب و مانع بنے۔ پھر رفتہ رفتہ جسم پاک اور بدن انور نورانیت اور تجرد کی طرف منتقل ہوتا رہا جب استعداد وصلاحیت بڑھ گئی تو وحی کے مراتب میں بھی ترقی آتی گئی۔ کبھی منامات صادقہ سے آغاز ہوا، پھر جبریل امین بشری حالت میں منقلب ہو کر وحی پہنچاتے رہے، پھر اصلی حالت میں رہتے ہوے جب کہ آپ انخلاء من البشریۃ الی الملکیۃ کے مقام پر پہنچ چکے تھے یعنی لباس بشری سے الگ ہو کر ملکی حالت میں ڈھل کر بھی وحی وصول فرمالیتے تھے، بیت المقدس میں امام الانبیاء والمرسلین بنے تو بیت المعمور میں امام الملائکہ، اور پھر اس مقام تک بھی رسائی ہوئی کہ مقام سدرہ آپ کی گردِراہ بن چکا تھا، مکین سدرہ اور امین الوحی ایک بال برابر بھی آپ کی پرواز کا ساتھ دینے پر فروغ تجلی سے اپنے پروں کے جل جانے کا خطرہ ظاہر کر رہے تھے اور ہم راہی ورفاقت سے معذرت کر رہے تھے، مگر آپ مکین لامکاں بن کر جلوۂ ذات کا مشاہدہ بھی فرما رہے تھے اور براہ راست ہم کلامی اور وحی کی وصولی کا شرف بھی حاصل فرما رہے تھے ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی

اٹھے جو قصر دنی کے پردے، کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی، نہ کہہ کے وہ بھی نہ تھے ارے تھے

لیکن ابتدائی ادوار یہ بھی ہیں کہ چار سال کی عمر میں شق صدر کیا جا رہا ہے تاکہ لہو ولعب کی طرف میلان نہ ہو، دس سال کی عمر میں شق صدر ہو رہا ہے تاکہ شہوانی خیالات قریب نہ پھٹک سکیں، پھر چالیس سال کی عمر میں شق صدر کیا گیا تاکہ بار وحی کے متحمل ہو سکیں۔ وضو کا طریقہ